انسانی کرامت کے بنیادی اصول، ملاصدرا کی نظر میں

مؤلف: فتانہ درتاج، محمد محمد رضائی
مترجم: ڈاکٹر فیضان جعفر علی

ملا صدرا کے فلسفی اصول و مبانی کے اعتبار سے انسانی کرامت (Dignity) ایک حقیقی اور وجودی امر ہے اعتباری اور قراردادی امر نہیں ہے۔ چونکہ وجود کے مراتب و درجات ہوتے ہیں لہٰذا کرامت کے بھی مراتب ہیں۔ اس لحاظ سے انسان ذاتی طور پر صاحب کرامت ہے یعنی تکوینی نظام میں اور انسانی فطرت کے ساتھ کرامت کا ایسا تعلق ہے جو ثابت اور ناقابل تبدیل ہے کیونکہ انسان کو عقل و خرد، نفخۂ روح جیسی خصوصیات عطا کی گئی ہیں لیکن انسان بلندی کے راستوں کو اپناتے ہوئے ایک وسیع و بلند دنیا تک رسائی حاصل کرسکتا ہے اور قدسی عقل سے متصل ہوکر انسانی کرامت کو دستیاب کرسکتا ہے۔ البتہ اکتسابی کرامت کے مراتب کا حصول بھی علم و معرفت، ایمان، تقویٰ اور تعقل کے ساتھ ہی میسر ہے۔ لہٰذا ملا صدرا کی نگاہ میں انسانی وقار و کرامت ایک ایسا امر ہے جس کے دو پہلو ہیں۔ اس کا ایک پہلو انسان اور دوسرا پہلو ملکوت ہے۔ انسان ہی تنہا ایک ایسی حقیقت ہے جو جسمانی مرتبہ سے روحانی مقام کے حصول تک کا سفر طے کرسکتا ہے۔

مفکرین، دانشوروں اور عرفاء کے یہاں انسان کی شناخت، ایک اہم موضوع رہا ہے کیونکہ انسان بہت ہی پیچیدہ مخلوق ہے جس کی حقیقت کو موجودہ علمی ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے بھی آسانی سے نہیں سمجھا جاسکتا۔

ملا صدرا (۹۷۹-۱۰۵۰ھ ق) ایک ایسے مفکر ہیں جنہوں نے اس موضوع کو سمجھا اور اس بارے میں بہت سی جامع و مانع کتابیں تحریر کی ہیں۔ انھوں نے انسان کی وجودی شان پر توجہ مرکوز کی ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق انسان تمام ممکنات کے برخلاف، ایک خاص ماہیت اور وجودی مرتبہ کا حامل ہے۔ اس کا

وجودی مرتبہ ثابت نہیں ہے بلکہ ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ میں منتقل ہو جاتا ہے اور ہر وقت وہ ترقی و تکامل کی حالت میں رہتا ہے۔ ملا صدرا کی نگاہ میں انسانی وقار و کرامت کا تعلق اس کے وجود، اس کے فطری و ذاتی حق سے ہے لیکن طول تاریخ میں بالخصوص نشاۃ ثانیہ کے بعد انسانی کرامت جیسے موضوعات سے غفلت برتی گئی اور ہیومنزم (Humanism)، انسان کی اقتدار و کامیابی اور فطرت پر اس کے تسلط جیسے نظریے مغربی فلسفیوں کی توجہ کا مرکز قرار پائے۔

لیکن ملا صدرا کا اعتقاد ہے کہ انسان ہی تنہا ایسی عقلمند مخلوق ہے جس کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کہ حقائق کے ساتھ معنوی اتحاد کو فراہم کرسکے اور دنیائے ہستی کی بہ نسبت دنیائے عقلی کا مشاہدہ کرسکے۔ انسان ذاتی کرامت و وقار کے علاوہ اکتسابی وقار و کرامت کو بھی پاسکتا ہے لیکن یہ کرامت علم و معرفت، عقل وخرد، ایمان و تقوا وغیرہ جیسے عناصر کی موجودگی کی صورت ہی میں دستیاب ہو سکتی ہے۔

لیکن ہماری تحقیق کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ملا صدرا کے طرز تفکر میں انسانی کرامت و وقار کو کس طرح پرکھا ہے؟ اس تحقیق کے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر جستجو کرنے کے لیے مندرجہ ذیل سوالات کیے گئے ہیں:

الف: کرامت کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

ب: ملا صدرا کی نگاہ میں انسانی کرامت کے مبانی و اصول کیا ہیں؟

ج: ملا صدرا کی نظر میں انسانی کرامت کی کتنی قسمیں ہیں؟

د: ملا صدرا کی نگاہ میں ذاتی اور اکتسابی کرامت کے لوازمات و ضروریات کیا ہے؟

اس تحقیق میں معتبر مصادر کا سہارا لیتے ہوئے بحث و گفتگو کی جائے گی لیکن موضوع کی ماہیئت کو مد نظر رکھتے ہوئے کتابخانوں اور اسناد جیسے تحقیقی طریقہ کا سہارا لیا جائے گا اور نتائج کے اخذ کرنے کی صورت میں تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

موضوع سے متعلق ہونے والی گذشتہ تحقیقات

آج کا انسان جو ہمیشہ سے زیادہ بشریت کا ایک اہم مسئلہ ہے اور وہ اپنی زندگی کی اہمیت کا ان عناصر کے سبب معتقد ہے جو اس کی شان و کرامت کے تعین میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں، اسی وجہ سے اس پر خاص توجہ رکھتا ہے۔

اگرچہ انسانی کرامت کے نظریے کو نشاۃ ثانیہ کے دور کا نتیجہ مانا جاتا ہے[1] لیکن تاریخی اطلاعات کے مطابق، نظامِ ہستی میں انسان کے مقام و منزلت کو سوفسطائیوں کے ظہور سے ہی توجہ کا مرکز قرار دیا گیا ہے اور گذشتہ زمانے سے ہی اس کی مختلف تعریف کی گئی ہے۔ ان کی نظر میں انسان ایک ایسی آزاد اور صاحب اختیار موجود و مخلوق ہے جو اپنی سرنوشت کو تبدیل کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اسی زمانے میں انسانیت و ہیومنزم کا نظریہ وجود میں آیا اور مستقبل میں جا کر اس نے ایک عظیم تاریخ رقم کرلی[2]۔

افلاطون نے اس خیال سے بالاتر ہو کر پہلی بار اپنے فلسفے میں ماورائے دنیا اور نفس پر ایک غیر معمولی چیز کے طور پر زور دیا ہے[3]۔ وہ انسان کی لیے ایک خاص شان و منزلت کا قائل تھا اور اس نے اس مسئلہ کے لیے میدان بھی فراہم کر دیا۔

سقراط نے بھی سوفسطائیوں کا ہمعصر قرار دیتے ہوئے انسان کو ان تمام چیزوں کا اصلی مرکز قرار دیا ہے جس کے بارے میں فکر کرنا اہمیت کا حامل ہے[4]۔

ارسطو بھی عقل کو ایک ایسا عامل قرار دیتا ہے جس کے ذریعہ سے انسان الٰہی حیات کو پا سکتا ہے۔ قدیم یونانی مکتوب اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حکماء اس بات کے معتقد تھے کہ انسان ایک صاحب کرامت موجود ہے۔

سیسرو(Cicero) (۱۰۶۔۴۳ق م) کی تالیفات میں انسان ہونے کو خاص اہمیت کا حامل قرار دیا گیا ہے اور کرامت کو انسان کا ذاتی و فطری حق قرار دیا گیا ہے لیکن قرون وسطیٰ میں اس مسئلہ نے دوسری شکل اختیار کرلی اور تمام انسانی زندگی کو ایک بلند پہلو کے ارتباط کے ساتھ دیکھا جانے لگا یعنی ایسا تصور جو انسان کے استقلال کے ساتھ نشاۃ ثانیہ کے دور میں پورے طور پر بدل گیا اور انسان ہی کو تمام ہستی کا محور و مرکز متعارف کیا گیا لیکن اس نے اپنے انسانی مراتب سے دوری اختیار کی[5]۔

۱۔ بایر تز، کورت، ایدہ کرامت انسانی، ص، ۱۱۵

۲۔ یگر، ورنز، پایدیا، ص ۴۰۵

۳۔ افلاطون، دورہ کامل آثار افلاطون (ج ۸)، ص ۴۵۱

۴۔ فراست، اسماعیل، درس ہای اساسی فلاسفہ بزرگ،، ص ۸۷

۵۔ محمد پور دہکردی، سیما، کرامت انسان از دیدگاہ ملاصدرا و کانت، ص ۲۱۱ تا ۲۱۲

اسلامی دنیا میں بھی انسانیت اور علم النفس جیسے موضوع کو بو علی سینا[۱]، فارابی، سہروردی، ملا صدرا وغیرہ جیسے بڑے فلسفیوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے لیکن انھوں نے انسان کی ذاتی کرامت کو انسان کی الٰہی شان و منزلت پر توجہ کے ساتھ مختلف نظریہ پیش کیا ہے۔ملا صدرا نے بھی اس مسئلہ کو اہمیت دیتے ہوئے گفتگو کی ہے۔انھوں نے اپنے خاص طرز بیان کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے جس کے بارے میں ہم اس مضمون میں تبصرہ کریں گے۔

ملا صدرا کا نظریہ بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ کرامت کے لغوی و اصطلاحی معنی سے آگاہ ہو جائیں۔اس بات پر توجہ کے ساتھ کہ لغوی معنی کے ذریعہ ہم شاید کرامت کے مفہوم کا عمیق تجزیہ پیش کر سکیں لہٰذا اس کے بعض معنی کی طرف اشارہ کریں گے۔

کرامت کے معنی

الف: کرامت کے لغوی معنی: لفظ کرامت کا اسم مصدر کَرَم ہے جس کے معنی بزرگواری، بخشندگی اور جود و سخاوت کے ہیں۔ کرم کے معنی یا نفسانی شرافت کے ہیں یا اخلاقی شرافت کے معنی میں ہے[۲]۔جب کرم کو انسان کے ساتھ توصیف کیا جائے گا تو اس کا معنی اچھا اور قابل تعریف کردار ہوگا جو انسان کے فعل کے ذریعہ ظاہر ہو اور اچھائیوں کے علاوہ اس کا کسی چیز پر اطلاق نہ ہو[۳]۔ کریم اس کو کہتے ہیں جو مختلف قسم کی نیکیوں، فضائل کا حامل ہو اور ایسی صفت رکھتا ہو جو عقل کو راضی کرلے اور انسان کو حمد و ستایش کے لیے مجبور کردے۔ایسی عزت و بزرگی خداوند عالم کی جانب سے انسان کو دی گئی ہوتی ہے[۴]۔

کرم ایک ایسی صفت ہے جو مختلف شرف و فضیلت کا حامل ہوتی ہے اور کریم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے اندر تمام اوصاف حمیدہ جمع ہو جائیں جس کا متضاد لئیم ہے[۵]۔ عربی لفظ ''کرامہ'' (Dignity) کو فارسی میں شرافت، فضیلت، شان، عزت، مقام و منزلت کے معنی استعمال کیا جاتا ہے۔اس لیے صاحبِ

۱۔ رجوع کریں: ابو علی سینا، اشارات، نمط سوم؛ سہروردی، مجموعہ مصنفات (ج۱)؛ فارابی، رسالہ عقل

۲۔ ابن فارس، ابی الحسین احمد، معجم المقاييس اللغۃ (ج۲) ص ۱۸۳

۳۔ راغب الاصفہانی، ابوالقاسم حسین، المفردات فی غریب القرآن، (ج۴) ص ۲۹۱

۴۔ طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین (ج۶) ص ۱۵۳

۵۔ ابن منظور، محمد بن مکرم (ج۳) ص ۱۱۷

کرامت انسان کے لیے خاص احترام قرار دیا گیا ہے[1]۔قرآن کریم میں تقریباً پچاس جگہوں پر یہ لفظ اور اس کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہونے والی پہلی آیتوں میں بھی استعمال ہوا ہے اور جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے بزرگ، بزرگوار، شریف، عزیز، نفیس، کثیر، بخشنے والا اور نیک وغیرہ کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔[2]

لغت میں کرامت کے مقابلے میں آنے والا لفظ لئامت ہے۔اس سے کرامت کے معنی میں بلندی و شرافت کا مفہوم اجاگر ہوتا ہے۔ کرامت کے معنی میں اتنی وسعت ہے جس میں بہت سے حسنات و خیرات کے وجوہ بھی شامل ہیں مثلاً خیر و خوبی کے مفاہیم جو خود خاص مفہوم کے حامل ہوتے ہیں حتی پیغمبر اکرمؐ نے اپنی بعثت کا ہدف مکارمِ اخلاق کو مکمل کرنا بتایا ہے۔[3]

ب: **کرامت کے اصطلاحی معنی**: ملا صدرا کے نظریہ کے مطابق کرامت ایک ایسا خاص وجود ہے جس کا مکمل مصداق خدا کے لیے ثابت ہے۔ جو وجود کے بلندترین مقام کا حامل ہے بلکہ خود ہی وجودِ محض ہے۔اس لحاظ سے چونکہ کرامت ایک وجودی امر ہے لہٰذا وجود بہت سے مرتبہ کا حامل ہوگا۔اس لیے جس چیز کا وجود مکمل ہوگا اس کی کرامت بھی برتر ہوگی[4]۔

انسان کی تکریم کا مقصد اس کی طرف ایسی شرافت و عنایت کو مخصوص کرنا یا نسبت دینا ہے جو دوسروں میں نہ ہو۔ تکریم ایک ایسا معنوی معنی ہے جس میں کسی دوسرے کا دخل نہیں ہے بلکہ صرف اسی شخص کی تکریم مد نظر ہوتی ہے جو شرافت و کرامت کا حامل ہو[5]۔ کریم کے کچھ ایسے معنی بھی ہیں جس کا متبادل فارسی میں موجود نہیں ہے۔بزرگوار روح اور ہر پستی سے منزہ و مبرہ ذات کو کریم کہتے ہیں۔ چونکہ کرامت کا معنی مشترکہ طور پر واجب الوجود پر اور ممکن الوجود دونوں پر اطلاق ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا

۱۔ معین، محمد، فرہنگ فارسی معین، ص ۳۵۰
۲۔ مصطفوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، ص ۲۷۱
۳۔ حسینی زبیدی، سید محمد، تاج العروس من جواہر القاموس (ج ۳) ص ۱۸۹
۴۔ ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، المبداء والمعاد (ج ۱) ص ۳۶
۵۔ طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن (ج ۱۳) ص ۲۱۴

ہے کہ ماہیئت کے لحاظ سے کسی بھی زمرے میں داخل نہیں ہے[۱]۔

ملا صدرا کی نظر میں انسانی کرامت کے مبانی واصول: ملا صدرا نے فلسفیانہ مبانی واصول کے مطابق کرامت کو ثابت کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی اصل: کرامت اعتباری اور قرادادی امر نہیں ہے بلکہ ایک حقیقی اور وجودی امر ہے۔ متعالی حکمت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ جو متن خارجی واقعیت کوپُر کردے وہی وجود ہے۔ اس حکمت کے ماتحت وجود کی اصلی اصالت مکمل طور پر واضح نظر آتی ہے اور ملا صدرا وجود کی اصالت کے قائل ہیں۔ سبزواری کا بھی عقیدہ ہے کہ "ان الوجود عندنا اصیل" وہ وجود کے اصیل ہونے کی علت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "لانہ منبع کل شرف"[۲] کیونکہ ہر موجود کا سرچشمہ وجود ہے اور جو چیزیں خدا کی طرف سے صادر ہوتی ہیں اس کا تعلق بھی وجود سے ہوتا ہے۔ لہٰذا الٰہی کرامت وجود کے لحاظ سے ایک ایسا حقیقی امر ہے کہ ذہن جس کا خلاصہ کرتا ہے۔ وہ قراردادی مفہوم نہیں ہے جو قرارداد کے لغو ہونے سے اپنا اعتبار بھی کھودے۔

دوسری اصل: متعالی حکمت میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ وجود ایک واحد حقیقت ہے لیکن مرتبے والا ہے اور جب وجود مرتبے والا ہوا تو ہر وجودی وصف بھی صاحبِ مرتبہ ہوگا۔ اس لیے پہلی اصل کی بنیاد پر کرامت کو ایک وجودی امر تسلیم کیا، وہ امر مرتبے والا ہوگا۔ جیساکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

> إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّـهِ أَتْقَاكُمْ۔ ترجمہ: بیشک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔[۳]

ملا صدرا کے وجود شناسی کے لحاظ سے نظامِ ہستی کی تمام موجودات میں پائے جانے والے کمالی اوصاف جتنے زیادہ ہوں گے اس کا وجودی مرتبہ بھی اتنا ہی برتر ہوگا یعنی وجودی مرتبہ جتنا بالاتر ہوگا اسی کی اتباع میں اس کے کمالی اوصاف بھی بہتر ہوں گے۔ اسی کے برعکس مثلاً نباتات کا وجودی مرتبہ جمادات سے

۱۔ جوادی آملی، عبداللہ، ادب فنای مقربان، ص ۲۴۹

۲۔ سبزواری، حاج ملاہادی، منظومہ حکمت، ۱۰ اور ۱۱

۳۔ سورہ حجرات، آیت ۱۳

برتر ہے اور حیوان کا وجودی مرتبہ نباتات سے برتر ہے اور انسان حیوانات اور کائنات کی تمام مخلوقات حتی جنات سے بھی برتر ہے۔ملائکہ مقربین اس عالم امکان کی سب سے برتر موجود ہیں یہاں تک کہ حق تعالیٰ تک بات پہنچتی ہے تو اس کا وجود سب سے برتر مرتبہ کا حامل ہے۔ حیات، علم، قدرت و ارادہ اس کے وجودی کمالات کا برترین حصہ ہیں اس لیے حق تعالیٰ لامتناہی اور لامتناہی سے بھی بالاتر وجود کا حامل ہے۔

اس لحاظ سے کرامت بھی صاحبِ مرتبہ امر ہے اور ہستی کے مختلف موجودات کا وصف بھی ہے جیساکہ عرب والے کسی قیمتی پتھر کے بارے میں کہتے ہیں: "حجر کریم" اور قرآن نے جنتیوں کی روزی کو "کریم" کہا ہے:

> فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ ترجمہ: پھر جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں ان کے لئے مغفرت اور بہترین رزق ہے۔[1]

اسی طرح نباتات کو بھی کریم کہا گیا ہے:

> أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۔ ترجمہ: کیا ان لوگوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کس طرح عمدہ عمدہ چیزیں اگائی ہیں۔[2]

اسی طرح خداوند عالم بھی جس حیوان کو غریزی الہام کرتا ہے وہ بھی کریم ہے جس طرح انسان کریم ہے۔ جو رسول انسانوں کی ہدایت کے لیے آیا ہے وہ بھی کریم ہے:

> وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ۔ ترجمہ: ان کے پاس ایک محترم پیغمبر آیا۔[3]

اور رسول اللہؐ بھی جو کتاب انسانوں کی ہدایت کے لیے لائے ہیں وہ بھی کریم ہے:

۱۔ سورہ حج، آیت ۵۰

۲۔ سورہ شعراء، آیت ۷

۳۔ سورہ دخان، آیت ۱۷

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۔ترجمہ: یہ بڑا محترم قرآن ہے۔[۱]

فرشتے بھی کریم ہیں:

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۔ ترجمہ: کیا تمہارے پاس ابراہیم کے محترم مہمانوں کا ذکر پہنچا ہے۔[۲]

اور خدا بھی کرامت کی صفت سے متصف ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۔ترجمہ: میرا پروردگار بے نیاز اور کریم ہے۔[۳]

جن آیات میں یہ ذکر ہوا ہے کہ "کریم ہونا" حیوان، کتاب، انسان، ملک اور خداوند عالم (اپنے بلند وجودی مرتبہ میں) کا وصف ہے لیکن یہ بات بھی بدیہی ہے کہ خداوند عالم کی کرامت کا مرتبہ مخلوقات کی کرامت سے قابل مقایسہ نہیں ہے لہٰذا حیوان کرامت کے الگ مرتبہ کا حامل ہے اور انسان مرتبہ کے دوسرے مرتبہ کا حامل ہے اور خداوند عالم کرامت کے سب سے بلند مرتبہ کا حامل ہے۔ یہی بات کرامت کے صاحبِ مراتب ہونے کے معنی کو بیان کرتی ہے۔

تیسری اصل: صدرائی حکمت کے مطابق انسان نوع نہیں بلکہ انواع ہے[۴]۔ یعنی انسان اپنی ابتدائی تعریف کے اعتبار سے ناطق ہے۔ انسان ولادت کے ابتدا میں ھیولانی عقل کا حامل ہوتا ہے یعنی نباتات و حیوان سے اس کا فرق صرف اس بارے میں ہے کہ انسان بولنے اور سوچنے کی صلاحیت رکھتا ہے، انسان کا یہی ناطق ہونا (بالقوہ) کرامت کا ایسا (بالقوہ) مرتبہ ہے جو ہر انسان کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن اس کے بعد اگر انسان اپنی فطرت کی بالقوہ عقل سے بہرہ مند ہو اور اس کو فعلی مرتبہ تک پہنچادے تو کرامت کی قوت اسے فعلی وجود کے درجات سے وابستہ کردے گی اور وہ تکامل کو پالے گا، ایمانی واخلاقی ملکہ بھی کسب کرلے گا، وہ

۱۔ سورہ واقعہ، آیت ۷۷

۲۔ سورہ ذاریات، آیت ۲۴

۳۔ سورہ نمل، آیت ۴۰

۴۔ ملاصدرا، الشواہد الربوبیہ، ص ۲۱۳ و ۲۲۳

الٰہی علم و معرفت کا مالک ہوگا اور خشیت الٰہی اس کے دل میں قرار پائے گی۔ اسی طرح کرامت کے بلند ترین مقام کی طرف گامزن ہوگا اور خدا کے نزدیک سب سے محترم انسان ہوگا لیکن یہ اکتسابی کرامت انسان کی ذاتی کرامت کے علاوہ کی چیز ہے۔

یہ کرامت عقل و ارادہ کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے انسان مراتب و درجات کو پاتا ہے اور ہر مرتبہ ایک خاص قسم کا ہوتا ہے۔ اس لیے جب انسانوں کو اس کی کرامت کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے تو اس میں بعض ایسے ہیں جو اپنے حیوانی مرتبہ سے ہی آگے نہیں بڑھے ہوں گے اور وہ ''تعالی و تکریم'' جیسے قابلیت و استعداد سے بہرہ مند نہیں ہوں گے لیکن بعض ایسے ہوں گے جو عقل کے بالقوہ اور بالفعل مرتبہ کو پا کر اس سے مستفید ہوتے ہوئے بلندی حاصل کر چکے ہوں گے اور روح کی طہارت اور ایمانی قوت کے ساتھ خود کو ملائکہ کی صف میں قرار دیا ہوگا جیسا کہ ملا صدرا لکھتے ہیں:

> " انسانی نفوس اپنے حادث ہونے کے آغاز میں صرف انسانی صورت ہی کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا اس اعتبار سے وہ انسان ہے۔ اس کے بعد جب وہ انسانی قوت اور ھیولانی عقل سے خارج ہو کر فعلیت کے مرحلہ میں پہنچ جائے تو ملائکہ، شیاطین، درندے اور چوپایوں کی مختلف شکلوں کے ساتھ دوسری صورت اختیار کر لیتا ہے[۱]۔"

اس لیے صرف انسان ہی اپنے دوسری صورت کے لحاظ سے مختلف شکل اختیار نہیں کرتا بلکہ انسان کا باطن بھی ہر زمانے میں ایک خاص شکل اختیار کر لیتا ہے یعنی انسان کا نفس ایک ثابت اور متجدد رخ ہوتا ہے۔ اس مطلب کو ہر کوئی اپنے وجدان کے ساتھ جانتا ہے کہ ایک طرف انسان کا ''میں'' اس کی پوری زندگی میں بچپن سے لے کر بڑھاپے تک ثابت ہوتا ہے لیکن دوسری طرف اسے یہ بھی پتا ہوتا ہے کہ چاہے جسمانی ساخت کے لحاظ سے ہو یا روحانی و معنوی لحاظ سے ہو وہ ہر حال میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ کبھی وہ بلندی پاتا ہے اور کبھی تنزلی کی طرف جاتا ہے کیونکہ وہ مقامات و احوال کا حامل ہے۔ کبھی انسان ایک درندہ حیوان کی طرح غضبناک ہو جاتا ہے لیکن جب اس کے غضب کی آگ بجھ جاتی ہے تو وہ اپنے عمل پر شرمندہ ہوتا ہے اور تواب و رحیم خدا کی بارگاہ میں توبہ کر کے انسان کی راہ میں قدم رکھ دیتا ہے۔ کبھی یہی

۱۔ الشواہد الربوبیہ، ص ۲۲۳

انسان اپنے اعمال صالحہ میں استمرار کے اثر سے بلند معارف اور کامل ایمان کے حصول کے ساتھ ایسی بلندی اور ایسی کرامت وفضیلت کو پالیتا ہے کہ "خلیفۃ اللہ" قرار پاجاتا ہے اور نفس مطمئنہ کا مالک ہو جاتا ہے۔ پھر اس آیت کا مخاطب قرار پاتا ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۔ترجمہ: اے نفس مطمئن! تو اس حالت میں اپنے پروردگار کی طرف چل کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس تُو میرے (خاص) بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔[1]

وہ ان دو اصل "جسمانیۃ الحدوث وحرکت جوہری" کے ساتھ معتقد ہیں کہ نفس وبدن کے درمیان فطری واتحادی ترکیب ہے۔ اسی لیے وہ انسان کو لامحدود موجود کے طور پر جانتے ہیں جس کا نہ تو وجود میں اور نہ ہی شناخت میں تعین ہوتا ہے اور انسان کو ایک واحد درجہ بندی کی حقیقت کے طور پر متعارف کراتا ہے جو اس کی ذات وجوہر میں مسلسل تبدیل ہوتا رہتا ہے[2]۔ دوسری طرف، انسان اتنی طاقت رکھتا ہے کہ ہستی کے مراتب میں وہاں تک چلا جائے کہ مثالی و برزخی تجرد سے عبور کرلے اور فوق تجرد کے مقام تک سفر کرلے۔ یہ انسان کی اکتسابی کرامت وشان کی علامت ہے کیونکہ انسان ہمیشہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ انسانیت کے ارتقائی مراحل کو ہمیشہ طے کرسکتا ہے[3]۔

انسان اگرچہ اپنی پیدائش کے آغاز میں ایک جیسا ہوتا ہے لیکن اپنے آگے کی وہ حرکت جو وہ اپنے اختیار وآزادی کے ساتھ گزارتا ہے، مختلف صورتیں اختیار کرلیتا ہے اور یہ انسان کے وجود کا تعجب خیز مقام ہے کہ ملاصدرا[4] اس مطلب کو اپنے لیے الٰہی الہامات جانتے ہیں[5]۔

۱۔ سورہ فجر، آیت ۲۷ تا ۳۰

۲۔ ملاصدرا، الحکمۃ المتعالیہ فی الاسفار الاربعۃ (ج ۸) ص ۳۴۳

۳۔ ملاصدرا، مجموعہ رسائل فلسفی صدر المتالہین، ص ۳۶۱

۴۔ ملاصدرا کے وجود شناسی، خود ان کے وجود شناسی کا معلول تھی۔ کہک میں اس کی خلوت اپنی حقیقت کے مشاہدہ اور ہستی کی حقیقت کے مشاہدہ کی غرض سے تھی۔

۵۔ الحکمۃ المتعالیہ فی الاسفار الاربعۃ (ج ۹) ص ۱۹

ملاصدرا کی نظر میں انسانی کرامت کے اقسام اور اس کے لوازمات و ضروریات

ایک رخ سے کرامت کی دو قسمیں ہیں: ذاتی اور اکتسابی، جس کی مندرجہ ذیل شرح ہیں:

ا۔ ذاتی و تکوینی کرامت:

یہ ہے کہ وجودی اعتبار سے اور آدمی کی نوع کے اعتبار سے نظامِ آفرینش میں وہ بہت سی قوتوں سے مستفید ہوتا ہے اور اسی سے تعلق رکھتا ہے۔ ذاتی کرامت سے مراد یہ ہے کہ خدا نے انسان کو اس طرح سے خلق کیا ہے کہ دوسری موجودات کے مقابلہ میں وہ وجودی ساخت کے لحاظ سے بہت سے امکانات رکھتا ہے اور کلی طور پر وہ زیادہ اختیارات کا حامل ہوتا ہے[1] اور تمام انسان اس کے حامل ہوتے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی شخص کو ان تمام اختیارات کی صورت میں دوسری موجودات پر فخر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کو انسان کے لیے اہم معیار اور انسانی تکامل کا ذریعہ جاننا چاہیے۔ خداوند عالم سورہ تین کی آیت نمبر ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ ترجمہ: ہم نے انسان کو بہترین ساخت و انداز کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ خدا نے انسان کو زندگی اور تعمیرات کے کردار سے زیادہ عظیم کردار ادا کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ ایسی محترم و مکرم مخلوق کہ جس کے لیے خداوند عالم نے تمام جانداروں، پودوں اور فطرت کو مسخر کیا ہے اور وہ عقل و دانش کے نورانی سایے میں ایسا مقام پا جاتا ہے جو انسان کو دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کردے[2]۔

انسان کے ذاتی کرامت کے شواہد: ذاتی کرامت، انسان کی بالقوہ قوت اور استعداد کا ہی نتیجہ ہے جن میں سب سے اہم مندرجہ ذیل باتیں ہیں:

ا۔ رجبی، محمود، انسان شناسی، ص ۱۲۸

۲۔ ایضا، ص ۱۳۰

الف: **علمی ظرفیت**: ذاتی کرامت کا ایک سبب علم و معرفت ہے۔ جو عالم معاشرے میں علم کی قدر و منزلت کو جانتا ہے وہ مکرم و محترم ہے۔ ملا صدرا کی نگاہ میں انسان کی حقیقت علم ہے اور اس کی کرامت و شان کا میزان اس کی آگاہی اور فکر ہے کیونکہ اسلام میں حکمتِ اسلامی ہی تفکر کا بنیادی محور ہے۔ عقلمندی و دانائی کے مفاہیم کو ابن سینا اور فارابی جیسے مفکرین کی تالیفات میں مکمل طور پر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے[۱]۔ تفسیر کی کتابوں میں دانائی اور تفکر ہی کو انسان کی تکریم کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے[۲]۔ لیکن ان کا یہ ماننا ہے کہ علم کا تعلق بھی وجود سے ہے لہٰذا جو احکام وجود پر جاری ہوں گے وہی علم کے لیے بھی جاری ہوں گے اور علم انسان کے لیے ایک قسم کی نورانیت ہے۔ جس صفت نے انسان کو تمام فرشتوں پر برتری دی ہے وہ علم و حکمت ہے[۳]۔

ملا صدرا کی حکمت کے مطابق علم اور عقل (مجرد علم، عقل ہی کو کہتے ہیں) دونوں وجودی امر ہیں لہٰذا انسان کے اندر اتنی صلاحیت ہے کہ وہ عقلی کائنات کو درک کر لے اور اپنے علمی و عقلی کمال میں سرگرم عقل[۴] سے مدد لے۔ یہی انسان کا امتیاز اور اس کی شان ہے کہ وہ تمام وجودی حقائق سے آگاہ ہو سکے کیونکہ وہ علم کو ایک مجرد امر تصور کرتے ہیں اور اس کے لیے معنوی شان کے قائل ہیں[۵]۔ وہ علمِ حقیقی کو مرتبہ والا جانتے ہیں اور ایک مرحلہ میں نظر کو عمل کا مقدمہ اور بلند مرتبہ میں عمل کو نظر کا مقدمہ جانتے ہیں لیکن وہ معتقد ہیں کہ عملی عقل، نظری عقل کی خادم ہوتی ہے تاہم تزکیۂ نفس کو دل پر معارفِ الٰہی کے اشراق کا مقدمہ جانتے ہیں[۶]۔ اس تعبیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علمِ حقیقی سے ملا صدرا کی مراد عقل ہی ہے۔

انھوں نے قرآنی آیات سے استناد کرتے ہوئے انسان کی تمام موجودات منجملہ فرشتوں پر برتری و

۱۔ دینانی، غلام حسین، جایگاہ ملا صدرا در علوم عقلی، ص ۳۱

۲۔ المیزان فی تفسیر القرآن (ج ۱۳) ص ۱۵۱

۳۔ الحکمۃ المتعالیہ فی الاسفار الاربعۃ (ج ۳) ص ۲۹۲

۴۔ حکما نے سرگرم عقل کو عالمِ امر بھی جانتے ہیں اور اسلامی حکمت میں تربیت و رشد جہان کی مسئولیت اسی سرگرم عقل کے حوالے کی گئی ہے۔

۵۔ مجموعہ رسائل فلسفی صدر المتالہین، ص ۹۹

۶۔ الشواہد الربوبیہ، ص ۲۹۲

کرامت کو انسان کی تمام موجودات پر برتری تصور کیا ہے اور عمل کو برتری کا حصہ قرار نہیں دیا ہے۔ اسی لیے وہ انسان کی حقیقی حیات کو اس کی معقول حیات جانتے ہیں[۱]۔

ب: **خلافت الٰہی**: صرف انسان ہی ایسی مخلوق ہے جو اپنی دلچسپ وجودی قابلیت کی وجہ سے خلافتِ الٰہی کے مقام کی راہ کو پاسکے کیونکہ انسانی کرامت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ انسان روئے زمین پر خدا کا جانشین ہے۔ خلیفہ کے معنی میں غور وفکر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صرف انسان ہی ایسی موجود ہے جو خداوند عالم کے کمالی صفات کا بہترین مظہر بن سکتا ہے اور اس عالمِ خلقت میں خیر و کرامت کا بہترین مظہر ہو سکتا ہے کیونکہ تمام شئون میں قائم مقام ہونا ایسا نمایندہ مقام ہے جو اس کی طرف سے خلافت کے منصب پر منتخب کیا جاچکا ہے لہٰذا اس مقام کے لیے انسان کا انتخاب ہونا، کمال کو پانے کے لیے لامتناہی قابلیت کو چاہتا ہے اور انسانی کمال اور اس کی معنویت اسی وقت معنی پیدا کرتی ہے جب تک وہ مسلسل ملکوتی والٰہی رابطہ برقرار نہ کرے۔

انسان کے جامع ہونے کی مختلف وجوہات ہیں، انسانی کرامت کے علاوہ اس کی ایک سب سے اہم وجہ خلافت ہے۔ ملا صدرا انسانی کرامت کو "خلیفۃ اللہ" کی تعبیر سے یاد کرتے ہیں اور معتقد ہیں کہ انسان کے لیے خلافت کا مستحق ہونا صرف اس کا تمام مخلوقات سے برتر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ انسان کی وجودی جامعیت بھی اس کی ایک وجہ ہے۔ در حقیقت ملا صدرا انسانی خلافت کو الٰہی کرامت کے نتائج و برکات شمار کرتے ہیں[۲]۔

ملا صدرا، ابن عربی سے متاثر ہو کر انسان کی خلقت کو حق جانتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ان کا ماننا ہے کہ مکمل مظہریت اور خلیفۂ الٰہی کے مقام کے اعتبار سے انسان، الٰہی صفات سے بہرہ مند ہے۔ ابن عربی آدمی کے بارے میں یہ نکتہ بیان کرتے ہیں: "ہر صفت کا ایک حق ہوتا ہے ہر وہ اسم جسے حق کہا جاسکے انسان کے اندر اس کی نظیر موجود ہوتی ہے"[۳]۔ اس کے باوجود ملا صدرا کا ماننا ہے کہ سب سے برتر قوت وہ ہے جس کے سبب انسان خلافت الٰہی کو اس کائنات میں پاتا ہے۔

عقل کی قوت وہ بلندترین صفت ہے جو انسان کو تمام فرشتوں پر فضیلت عطا کرتی ہے اور وہ علم و

۱۔ ملا صدرا، تفسیر قرآن الکریم (ج ۱) ص ۱۴۰

۲۔ ایضا، ص ۲۹۷

۳۔ ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، ص ۵۵

حکمت ہے[۱]۔ انسان کی فطری کرامت، خدا سے اس کے خلافت کے مقام کے مرہون منت ہے۔ چونکہ انسان خدائے کریم کا جانشین اور خلیفہ رہا ہے اس لیے کرامت کا حامل ہے اور خداوند عالم کی کرامت کا مظہر قرار پاتا ہے۔

ملا صدرا انسان کے خلافتی مقام کے بارے میں کہتے ہیں: خدا نے جانشینی کے امور کو انجام دینے کے لیے خود ہی معین کیا اور اپنے تمام اسما و صفات کو اسے دیدیا اور اس کو امور کی انجامدہی کے بارے میں سکھایا، پھر اپنی جانشینی کی مسند پر بیٹھایا اور اس خلیفہ کو انسان نام دیا تاکہ وہ ملک و ملکوت میں تصرف کر سکے[۲]۔ اگر ایسی کرامت خلافتِ الٰہی کی طرف سے ہو تو وہ انسانی مقام کے لیے ہی ہوگی، انسان کے علاوہ اس سے کوئی بہرہ مند نہیں ہو سکتا کیونکہ ملا صدرا کی نگاہ میں انسان کی ذات و حقیقت، خدا کے تمام اسما و صفات کے لیے مکمل مظہر ہے، اسی لیے انسان حق کی تمام صفات کا جامع ہے (یعنی اس کے اندر تمام صفات موجود ہیں)، سبوح و قدوس جیسی تنزیہی صفات بھی اس کے اندر جمع ہیں اور خالق و رازق جیسی تشبیہی صفات بھی اس کے اندر موجود ہیں لیکن دوسری مخلوقات، اسمائے حق کی بعض صفات کا مظہر ہے مثلاً فرشتے جو خدا کی تقدیس بیان کرتے ہیں لیکن ان کے اندر خالقیت و رازقیت جیسی صفات موجود نہیں ہوتی[۳]۔

ملا صدرا کی نظر میں ہر موجودات کی اپنی حد ہوتی ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتا۔ ہر موجود کچھ خاص مراتب کی حامل ہوتی ہیں جو اس کے لیے ہمیشہ ثابت ہو جایا کرتی ہے۔ جمادات، نباتات، حیوان، فرشتے اور شیطان اپنے اپنے مرتبہ میں ہمیشہ ثابت ہیں۔ صرف انسان ہی ایسا ہے جس نے جو کمالات حاصل کیے ہیں اس کے ٹھہراؤ کی حد نہیں ہے اور اس کے وجودی مراتب، خالص قوت اور فعلِ محض کے درمیان قرار پاتے ہیں۔ یہ انسان ہی ہے جو فنا فی اللہ اور بقاء باللہ کے مقام کو پا سکتا ہے[۴]۔ اسی وجہ سے انسان وجود کے درخت کا میوہ رہا ہے اور کائنات کے تمام وجود کو اسی کے لیے خلق کیا گیا ہے۔ ملا صدرا بیان کرتے ہیں کہ وجودِ عناصر سے مراد گیاہ کی خلقت ہے اور حیوان کی خلقت سے مراد، بشری اجساد کی خلقت ہے اور بشری

۱۔ ملا صدرا، اسرار الآیات، ص ۱۳۸
۲۔ ملا صدرا، رسالہ فی اتحاد العاقل والمعقول، (ج ۱۳) ص ۳۰۲
۳۔ ملا صدرا، تفسیر قرآن کریم (ج ۲) ص ۳۱۰
۴۔ نصری، عبداللہ، سیمای انسان کامل از دیدگاہ مکاتب، ص ۲۵۴

اجساد کی خلقت سے مراد، انسانی روحوں کی پیدایش ہے اور انسانی ارواح کی خلقت کا مقصد، روئے زمین پر خلیفۃ اللہ کی خلقت ہے البتہ جو کچھ خدا کے افعال و صفات و اسما کی نسبت انسان کی جامعیت و مظہریت کے بارے میں کہا گیا ہے وہ سب کا سب کامل انسان سے مربوط ہے اگرچہ انسان کی نوع کے لیے خداوند عالم کی خلافت و جانشینی کا امکان ہے۔

دوسرے لفظوں میں کہا جائے کہ تمام انسانوں کے اندر خداوند عالم کے تمام صفات و اسما کی مظہریت کی قوت و صلاحیت ہے لیکن بعض انسان ہی ان صلاحیتوں کو فعلیت (عملی جامہ) تک پہنچاتے ہیں۔ ہر انسان اپنی صلاحیت و استعداد کو جتنا فعلیت کے مقام تک پہنچاتا ہے وہ خلافت کے اتنے ہی درجے کو پاتا ہے۔

ج: **اختیار اور آزادی**: انسان کی ذاتی کرامت کا ایک دوسرا سبب استقلال اور ارادہ کی بحث و گفتگو ہے۔ انسان اپنے اختیار سے نیک کاموں کی انجامدہی کے ساتھ کمال کو پہنچ سکتا ہے حتی یہ چیز فرشتوں کے نصیب میں نہیں ہے۔ انسان کی خلقت ایسی ہے کہ اس کے وجودی استقلال کو انسانیت کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے۔ ملا صدرا کے فلسفیانہ نظام کے ماتحت چونکہ ہر مسئلہ وجود سے رابطہ برقرار کرنے کی صورت میں معنی پیدا کرتا ہے، اس لیے ارادہ، اختیار اور آزادی بھی ضرورت کے تحت وجودی تفسیر کا خواہاں ہوتا ہے۔

وحدت الوجود کی بنیاد کی بنا پر واجب الوجود سب سے بلند مقام پر قرار پاتا ہے۔ انسان بھی ایک ایسا موجود ہے جو صاحب اختیار ہے لیکن اس کی واقعیت و ہستی کے محتاج ہونے کا تعلق مبدا ہستی سے تعلق رکھنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ وجود کے معلول کا ربط وجود کی علت سے ہے اور معلول، علت کی شان میں سے ایک شان ہے جو ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ تک پہنچنے اور آگے بڑھنے کی ظرفیت و صلاحیت رکھتا ہے اور یہ تبدیلی بغیر اختیار و ارادہ کے محال ہے[1] لہٰذا ارادہ و اختیار جیسی صفاتی حقیقت واجب اور ممکن دونوں میں ایک تھی لیکن اس کے درجات اور مراتب ہر موجود کے وجودی مراتب کے تابع ہوتے ہیں[2]۔ یہ بھی انسانی کرامت کے اصولوں میں شمار ہوتا ہے۔

۱۔ المبداء والمعاد، ص ۲۹۹

۲۔ الحکمۃ المتعالیہ، ص ۳۳۵

ملا صدرا انسان کے ارادہ و اختیار کے عین وقت یہ نشاندہی کرتے ہیں کہ اتصال و وابستگی میں ہی کمال ہے۔ کوئی موجود جتنا زیادہ وجود کے مرکز سے متصل ہوگا اتنا کامل تر ہوگا کیونکہ واجب الوجود ایسی حقیقت ہے جو وجود کی تمام جہتوں کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے۔ وہی شرافت و کرامت کا سرچشمہ اور سب سے برتر لذت ہے۔ اس حقیقت کے ساتھ ساتھ کمال، سکون و آسایش کی صفتیں بھی فراہم ہوتی ہیں [1]، لہٰذا انسان کی کرامت و شان، ہستی کے سرچشمہ سے وابستہ ہونے میں ہے، چاہے ذاتی کرامت ہو، چاہے تکوینی و وجودی کرامت ہو، استقلالی نہیں ہے بلکہ انسان اختیار و ارادہ کے عین وقت ایسی موجود ہے جو مکمل طور پر وابستہ رہا اور اسی وابستگی میں ہی اس کی شان ہے۔

د: **الٰہی روح کا حامل ہونا**: انسان کی ذاتی کرامت کا ایک دوسرا سبب یہ ہے کہ اس کو مسجودِ ملائکہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کو مخلوق کی بہترین ترکیب میں قرار دیئے جانے کے بعد اس میں الٰہی روح پھونکی گئی:

> فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۔ترجمہ: جب میں اسے تیار کرلوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا۔[2]

علامہ طباطبائی [3]، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: انسان کا تسویہ (یعنی روح کا پھونکا جانا) اس کے اعضا کی تعدیل کے معنی میں ہے۔ یعنی اس کے بدن کے اعضا کو ایک دوسرے کے ساتھ ترکیب و تکمیل کرے تاکہ وہ مکمل انسانی صورت میں بن کر آجائے اور اس کے اندر روح پھونکے جانے سے اس کو ایک زندہ مخلوق و موجود قرار دیا جائے۔ خدا نے انسان کے اندر روح کے پھونکے جانے کو اپنی ذات سے نسبت دی ہے اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی روح اس میں پھونکی ہے جس کا مطلب اس روح کو شرافت بخشا ہے اور ملائکہ کا سجدہ کرنا، انسان کے اندر روح الٰہی کے پھونکے جانے کا ہی نتیجہ ہے [4] کیونکہ انسانیت کے مرحلہ سے

۱۔ الحکمۃ المتعالیہ، ص ۱۲۵

۲۔ سورہ ص، آیت ۷۲

۳۔ رجوع کریں: تفسیر المیزان، علامہ طباطبائی، ج۱، تفسیر مجمع البیان، علامہ طبرسی، ج۱، سورہ بقرہ کی ۳۱ تا ۳۳ آیات کے ذیل میں

۴۔ المیزان فی تفسیر القران (ج۱۷) ص ۳۴۲

قبل انسان کی صورت کے بارے میں جتنے بھی صنعی آثار ہیں وہ انسان اور دوسرے حیوانات کے درمیان مشترک ہیں یعنی انسانی خلقت کے مراحل میں جہاں نطفہ علقہ ہوتا ہے، پھر مضغہ اور اس کے بعد جنین ہو جاتا ہے یہ مراحل انسان و حیوان دونوں میں مشترک طور پر طے ہوتے ہیں لہٰذا اس لحاظ سے انسان اور دوسرے حیوانوں میں فرق نہیں ہے۔ اگر جنین نفس نباتی ہے تو تھوڑا تھوڑا کرکے حیوانی نفس کے مرحلہ کو پالیتا ہے۔ تحویل کے یہ مراحل انسان و حیوان دونوں میں یکساں طور پر پائے جاتے ہیں۔ انسان کا تمام حیوانات سے جو امتیاز پایا جاتا ہے، وہ اس کے اندر الٰہی روح کے پائے جانے میں ہے[1]۔ قرآن کریم کی جن آیات میں انسانی کرامت و جلالت کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے وہ انسان کی روح اور اس کے الٰہی و ملکوتی پہلو کے بارے میں ہے مثلاً سورہ روم کی آیت ۳۰ اور سورہ اسراء کی آیت ۷۰ وغیرہ۔

۲۔ ملاصدرا کی نظر میں اکتسابی کرامت:

اکتسابی کرامت، انسان کی نفسانی صفات کے اعتبار سے اور اس کی تلاش و کوشش کے سبب اور اکتسابی تناسب کے لحاظ سے معنوی درجات تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور ہر شخص بلندترین درجہ تک پہنچ جاتا ہے وہ "کریم تر" اور "محترم تر" ہوتا ہے[2]۔

اکتسابی کرامت اور نہایی کمال کا حصول اختیاری اعمال پر منحصر ہوتے ہیں البتہ ان اعمال کے ساتھ خدا پر ایمان ہونا اور پرہیزگار ہونا ضروری ہے[3]۔ انسانی کرامت یعنی انسان کا کمالات کو پانا اور ایسی خصوصیات پر دسترسی حاصل کرنا جو انسان کے ارادہ و اختیار سے حاصل کی جائیں۔ تکوینی کرامت کے برعکس جو انسان کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے۔ یہاں پر انسان کی تلاش و کوشش، بلندترین درجات کے حصول کے لیے ایک پل کا کام کرتی ہے۔

در حقیقت انسان کے اندر کمالات کو پانے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے لیکن بعض افراد اس کو اپنے اختیار و ارادہ سے پا لیتے ہیں اور بعض افراد اس کے مخالف کا راستہ اختیار کرتے ہیں جس کے سبب وہ اسفل

۱۔ جوادی آملی، عبداللہ، کرامت در قرآن، ص ۹۷

۲۔ الحکمۃ المتعالیہ (ج ۹) ص ۱۷۸

۳۔ انسان شناسی، ص ۲۲۷

السافلین تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایمان و تقوا کی یہ تکریم ہے جو عمل کی تکلیف سے ہی وجود میں آتی ہے۔ چونکہ ہر انسان کی عقل متفاوت ہوتی ہے اس لیے اس کے اندر تکریم کے مراتب بھی یکسان نہیں ہوتے۔ قرآن کریم نے جس چیز پر توجہ کی ہے وہ مراتب کا تفاوت ہے جس کا سرچشمہ تقوا ہے: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّـهِ أَتْقَاكُمْ۔

اکتسابی کرامت کے وقت انسان کے اندر پائے جانے والے تفاوت کے لیے خداوند متعال سے اس کی قربت کو میزان قرار دیا جاتا ہے جو اطاعت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور انسانوں کے درمیان اس کی توجہ کی شان کو میزان قرار دیتے ہوئے فاصلہ قرار دیا جاتا ہے۔ بعض افراد بلندی پاتے ہیں اور اس طرح سے محترم قرار پاتے ہیں کہ "فکان قاب قوسین اوادنی" (سورہ نجم، آیت ۹) کے مصداق قرار پاتے ہیں اور خداوند عالم اس کو اجر کریم دیتا ہے۔ ان لوگوں کے مقابل میں جو کرامت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور خود کو "اولئک کالانعام بل ھم اضل"[1] کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ اس لیے اکتسابی کرامت کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ تقوا ہی کرامت کی بنیاد ہے جو محدود نہیں ہے[2]۔

ملاصدرا کی نگاہ میں اکتسابی کرامت کے شواہد

الف: **دانشمندی و حکمت**: ملاصدرا کی نگاہ میں حکمت و دانشمندی اکتسابی کرامت کی بنیادی ترین جڑ ہے جسے ان کے فلسفیانہ نظام میں تکوینی امر اور عقلی شان کے اعتبار سے نظری و عملی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے فلسفہ میں عقل ہی وجود کا سب سے برتر نشہ ہے[3]۔ وہ آیات و روایات کا سہارا لیتے ہوئے عقل کی عظمت کو بیان کرتے ہیں جہاں خداوند متعال فرماتا ہے:

> إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّـهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔ بے شک اللہ کے نزدیک سب جانوروں سے بدتر جانور وہ (انسان) ہیں جو بہرے گونگے ہیں جو

۱۔ سورہ اعراف، آیت ۱۷۹

۲۔ خمینی، روح اللہ، صحیفہ نور (ج۱۰) ص۲۹۱

۳۔ الحکمۃ المتعالیہ (ج۹) ص۱۹۴

عقل سے ذرا کام نہیں لیتے۔[۱]

اسی طرح انہوں نے بہت سی روایات کا سہارا لیتے ہوئے عقلمندی کی فضیلت کو بیان کیا ہے جن میں پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا: ''اول ما خلق اللہ العقل''[۲]۔اللہ نے سب سے پہلے عقل کو خلق کیا۔آیات و روایات سے یہ بات روشن ہوتی ہے کہ دین کی پیروی بھی عقل ہی کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ عقلمندی و تعقل ہی کا نتیجہ ہے کہ انسان دین کی اتباع کو سعادت بخش جانتا ہے[۳]۔

ملا صدرا کا یہ ماننا ہے کہ بہت کم ہی ایسے انسان ہیں جو اس نشہ کے ذریعہ بلندی کو پا سکتے ہیں اور انسان اپنی وجودی سیر کے اندر ایسی عقل کی ظرفیت رکھتا ہو کہ عقلی کائنات، عینی کائنات کے مشابہ ہو جائے اور عقل کا مرتبہ ایسا ہے جو ہستی کا سب سے بلند مقام ہے چونکہ انسان اپنی پیدائش کے وقت بالقوہ عاقل ہوتا ہے لہٰذا اس کی حقیقی انسانیت اس وقت ظہور کرتی ہے جب وہ عقلی انسان کے مرتبہ تک پہنچ جاتی ہے اور عقلی کمال کو پا لیتی ہے۔یہی وہ مرتبہ ہے جہاں انسان ایک فعال و سرگرم عقل کے علم کے مرحلہ سے متصل ہو جاتا ہے اور عمل کے مرحلہ میں انسانِ کامل بن جاتا ہے[۴]۔

انسان کے وجود میں موجود شدت کی یہ علامت، بعد والے درجہ میں قوت سے فعل کی طرف ہیولائی عقل کی کارفرمائی ہے اور تیسرے درجہ میں کمالی صفات کے لیے اور کرامت کے لیے سرچشمہ قرار پاتی ہے کیونکہ وہ واحد حقیقت ہے جو وجود کے مختلف درجات کے مابین حرکت کر سکتی ہے اور روح کے کمالی اثر سے تجرد کے مقام تک پہنچ سکتی ہے اس لیے کہ انسان کے وجودی کمالات کی کوئی حد معین نہیں ہے۔

ملا صدرا کی نگاہ میں انسانی کرامت اس وقت عینیت کو پا لیتی ہے جب وہ عرفا کے تحت تاثیر، انسانِ کبیر اور عالمِ صغیر کے فرضیہ کو قبول کرتا ہے[۵]۔اس کا ماننا ہے کہ کائنات ہی انسانِ کبیر ہے کیونکہ ایک انسانی پیکر کے جیسا ہے جو کلی نفس کا حامل ہے اور دوسری طرف سے دیکھا جائے تو انسان ہی صرف ایک ایسی عقلمند

۱۔ سورہ انفال، آیت ۲۲
۲۔ بحار الانوار (ج ۱) ص ۹۷
۳ محمد رضایی، محمد، کلام جدید با رویکرد تطبیقی، ص ۶۳
۴۔ الحکمۃ المتعالیہ (ج ۹) ص ۵۳
۵۔ فصوص الحکم، ص ۴۹

مخلوق ہے جو کائنات کے حقائق کو سمجھ سکتا ہے اور اس کو معنی دار بنا سکتا ہے لہٰذا وہ عالمِ صغیر تھا اور کائنات میں اس کا ایسا مرکزی کردار ہے کہ بغیر اس کے یہ کائنات بے معنی ہو جائے گی کیونکہ انسان ایک ایسی موجود ہے جس کی غایت بھی ہے اور بلندی کی راہ میں بھی ہستی کی غایت رکھتا ہے۔ یہی چیز خود انسان کی کرامت و شان کو بیان کرتی ہیں[۱]۔

تعقل و خردمندی انسان کی ایسی خاصیت ہے جو انسان کی اکتسابی کرامت کی بنیاد شمار کی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں انسانی تکریم کی علت عقل جیسی نعمت ہے[۲]۔ ملا صدرا کی نظر میں عقلانیت انسان کی سب سے بنیادی خاصیت ہے۔ عقل سے مراد انسان کی وہ قوت مدرکہ ہے جو حکمت و دانائی کا سرچشمہ ہے اور وہ انسان کو وہاں تک لے جاتی ہے جہاں عقلی کائنات، عینی کائنات کے مشابہ ہو جاتی ہے[۳]۔ اس لیے انسان کی سب سے بہترین وہ صفت جو اس کو تمام فرشتوں پر برتری دیتی ہے، وہ عقلانیت ہے[۴] لہٰذا ان کی نگاہ میں عملی عقل کی تکامل کا مقدمہ نظری عقل کا تکامل ہے۔

صدر المتالہین نے عملی عقل کے لیے چار مراتب بیان کیے ہیں۔ انسان کا نفس انھیں مراتب کو طے کرنے کے بعد عمل کے مرحلے میں تکامل کو پالیتا ہے۔ وہ چار مراتب یہ ہیں: ظاہری تہذیب، علم اور ایمانی معارف کے ذریعہ دل کو نورانی کرنا، چوتھے مرتبہ میں نفس کو فنا کرنا اور خدا کی صفات و ذات میں غرق ہو جانا[۵]۔

انسانی مراتب کے تکامل کے بعد ملا صدرا نباتی نفس سے لے کر نفسِ ناطقہ تک کے سفر کے بارے لکھتے ہیں: اگر انسان نے اس مرتبہ کے بعد انسانی فضائل کے حصول کا آغاز کرلیا اور تلاش و کوشش سے عقلی معارف کو کسب کرلیا تو وہ بلندی پا کر ملائکۂ مقربین تک پہنچ جائے گا اور اس کا یہ مرتبہ اس کے انسان ہونے کے اعتبار سے ہی ہوگا۔

۱۔ الحکمۃ المتعالیہ (ج۶) ص ۲۳۵

۲۔ المیزان فی تفسیر القران (ج۱۳) ص ۱۵۲

۳۔ الحکمۃ المتعالیہ (ج۱) ص ۲۰

۴۔ ملا صدرا، تفسیر قرآن الکریم (ج۶) ص ۲۷۲

۵۔ شواہد الربوبیہ، ص ۲۰۷

ب: **انسان کی کمال طلبی**: ملا صدرا کی نگاہ میں انسان کی اکتسابی کرامت کی ایک دلیل انسان کی کمال طلبی ہے۔ کمال یعنی وہ چیز جس سے تمام شی مربوط ہو[۱]۔ انسان کی خاص قوت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کا اپنے عقلی امکانات کے کامل ہونے پر اعتقاد تھا اور انسان کا علمی و عملی کمال اس کی توجہ کا مرکز ہے[۲]۔

جو چیزیں انسانی شرافت و کرامت کو بیان کرتی ہیں اور بہت سے ایسے احکامات جو خداوند متعال کے بارے میں جاری ہیں وہ انسان کے بارے میں حفظ مراتب کے ساتھ بھی امکان پذیر ہیں۔ خدا جو کہ تمام اچھائیوں اور کمال کا سرچشمہ ہے، انسان بھی صلاحیت رکھتا ہے کہ اپنی ظرفیت کے اعتبار سے کمالی مراتب کو طے کرے اور ان صفات کے درجات سے آراستہ ہو جائے جو اس کی کرامت کو بھی بیان کرتا ہو اور اس کی زندگی کو معنی دار اور باہدف بھی بناتا ہو۔ عمر کی تجلی الٰہی سرمایہ سے بہرہ مند ہونے کا نتیجہ ہے، وجودی قابلیت پر توجہ انسان کے تکامل و ارتقا میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے لیکن انسان اس سے غافل ہے[۳]۔ ملا صدرا نے انسان کی قوت و عظمت کو قبول کرنے کے ساتھ اس کی بلندی و کمال کی جہت میں اس کی استعداد و ظرفیت کی پرورش پر توجہ کی ہے۔ ان کے نزدیک انسان کی کمال طلبی کا مسئلہ ایک وجودی امر ہے جو انسان کے چار معنوی[۴] سفر پر منظم ہے۔

ان چاروں سفر میں انسان کے متعدد مراحل اور اس کے تکاملی سیر پر خاص توجہ کی گئی ہے۔ البتہ ملا صدرا نے انسانی تکامل کے لیے دو شرطیں قرار دی ہیں: ''ایک خدائی رنگ[۵] کو اپنانا ہے اور دوسری شرط ظرفیت و استعداد کا ہونا'' اور کمال کو انسان کے اندرونی و حقیقی تکامل کا ذریعہ جانتے ہیں اور اس کمال کا معیار یہ ہے کہ انسان نفس قدسی کے بلندترین مراتب کو پالے[۶] اگرچہ ملا صدرا حکمت نظری کو اہمیت کے اعتبار

۱۔ الکمال ہو الاتصال بالمعقولات و مجاورت الباری و تجرد عن المادیات۔

۲۔ الحکمۃ المتعالیہ (ج۱) ص ۱۲

۳۔ ملا صدرا، رسالہ سہ اصل، ص ۱۵

۴۔ کتاب اسفار اربعہ کی نو جلدوں میں سے دو جلدیں انسان کی تکاملی سیر سے مخصوص ہیں۔

۵۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۔ ترجمہ: ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کیا ہے اور اللہ کے رنگ (دین اسلام) سے بہتر کس کا رنگ ہے۔ (سورہ بقرہ، آیت ۱۳۸)

۶۔ الحکمۃ المتعالیہ (ج۳) ص ۳۳۵

سے حکمت عملی سے بلندتر جانتے ہیں[1] لیکن مراتب میں اور کمال کے بلندتر درجات میں عمل کو نظر کا مقدمہ قرار دیتے ہیں اور ان کا یہ ماننا ہے کہ عمل ہی راہ ہموار کرتا ہے تاکہ انسان کا ملکوتی چہرہ نمایاں ہو سکے اور ہر اندرونی و بیرونی رکاوٹیں برطرف ہو جائیں۔ لہٰذا اگر عدم یا وجود کے امور کی وجہ سے کوئی حجاب مانع نہ ہو (جس کی بیشتر مشغولیت غیر حق ہوتی ہے) تو ملک اور ملکوت کی اصلی صورت انسان کے لیے متجلی ہو گی اور یہ خود انسانی کرامت کی ایک علامت ہے[2]۔

ملا صدرا جوہری حرکت کو انسان کی کمال طلبی کی علت و بنیاد جانتے ہیں اور ان کا یہ ماننا ہے کہ انسان دائمی تکامل کی سیر میں نقص سے کمال تک پہنچ جاتا ہے اور اس کی یہی تبدیلی انسان کی اکتسابی کرامت کی شان ہے جو اس کی انسانیت کے ظہور کا سبب بنتی ہے[3]۔ جبکہ ہر مرحلہ میں اس کی شخصیت ایک ہی ہے[4]۔

ج: **سعادت طلبی**: انسان کی سعادت و نیک بختی اس کے کمال میں ہوتی ہے۔ سعادت یعنی موجودہ واقعیت سے انسان کے اندر خوشنودی و رضایت کا پایا جانا۔ ملا صدرا کے نزدیک انسان کی اکتسابی کرامت کا ایک شاہد انسان کی سعادت طلبی ہے۔ ملا صدرا کا یہ اعتقاد ہے کہ سعادت ایک وجودی امر ہے، انسان کی بلندی کی سیر، وجود کے مراتب میں جتنی مکمل ہو گی وہ اتنا زیادہ سعادت مند اور نیک بخت ہوگا[5]۔

ملا صدرا کی فلسفیانہ نگاہ میں غور و فکر کرنا سعادت کا رکن شمار ہوتا ہے کیونکہ انسان کی انسانیت کا دارو مدار اس کی سوچ کے مطابق ہوتا ہے۔ ملا صدرا کی نظر میں انسان کا گوہر اس کی عاقلہ قوت ہے اور حقیقی سعادت و کمال، عقل کی سعادت ہے۔ لہٰذا انسان کی عقلی معرفت جتنی زیادہ ہو گی اتنا ہی زیادہ وہ واقعی سعادت سے بہرہ مند ہوگا۔ اس لیے عقلِ قدسی سے اتحاد، انسانیت کا بلندترین مقام اور سعادت کا سب سے برتر درجہ ہے جس پر دسترسی کا امکان، اکتسابی کرامت کے سایے میں ہی ہو سکتا ہے چونکہ حقیقی حیات،

۱۔ حکمت عملی و نظری، ص ۳۶

۲۔ الشواہد الربوبیہ، ص ۳۳۸

۳۔ ملا صدرا تفسیر القرآن الکریم کے جلد ۸ صفحہ ۵۵ پر اس بارے میں لکھتے ہیں: ”ثم ان کل موجود من الموجودات الکائنۃ فی ھذا العالم لہ طور واحد من الاطوار لایتعداہ الا الھویۃ الانسانیۃ فان لھا قابلیۃ الارتقاء من اسفل الاسافل الی اعلی الاعلی“۔

۴۔ ملا صدرا، تفسیر قرآن کریم (ج ۵) ص ۳۷۴

۵۔ الحکمۃ المتعالیہ (ج ۹) ص ۱۲۱

حیاتِ معقول ہے لہٰذا حقیقی سعادت بھی معقول سعادت ہوگی اور اندھی تقلید سعادت سے محرومیت کا سبب اور تنزلی کا سرچشمہ قرار پائے گی[1]۔ لیکن ملا صدرا کی عرفانی نگاہ میں تشکیکِ وجود کے نظریہ کو مد نظر رکھتے ہوئے سعادت کے بھی درجات ہیں کیونکہ انسان کوئی معلوم مقام نہیں رکھتا اس لیے اس کے کمال و بلندی کی کوئی حد نہیں ہوتی لہٰذا سعادت کا سب سے برتر مرتبہ قربِ خداوندی ہے۔

ملا صدرا بیان کرتے ہیں کہ قربِ خداوندی میں نا قابل توصیف سرور انبساط پوشیدہ ہے اور وہ انسان کے اندر اسمائے الٰہی کا پایا جانا ہے[2]۔ یہ تمام چیزیں خدا کے نزدیک انسان کی کرامت و منزلت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

اکتسابی کرامت کے تکامل وارتقاء میں موثر اسباب

اکتسابی کرامت کے ارتقا میں متعدد اسباب کا دخل ہوتا ہے۔ اکتسابی کرامت کا نتیجہ ایمان و تقوا، علم و عمل صالح وغیرہ جیسے فضائل ہوتے ہیں کہ انسان تلاش و کوشش سے اپنی شان و منزلت کو بلندی عطا کرتا ہے اور انسانی کمالات کی بلندیوں کو پا سکتا ہے۔ ان میں سے بعض کے بارے میں بیان کریں گے۔

الف) **تقوا**: تقوا اکتسابی کرامت کے اسباب و لوازمات میں سے ایک ہے اور کرامت و تقوا کے درمیان ایک بلاواسطہ رابطہ پایا جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہوتا ہے:

> إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّـهِ أَتْقَاكُمْ۔ ترجمہ: تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے محترم وہی ہے جو تقوا کے لحاظ سے برتر ہو۔[3]

متقی افراد بھی تقوا کی کرامت کے وسیلے سے کچھ حقوق اور ذمہ داری کے مالک ہوتے ہیں جو مومنین کے فرائض اور حقوق کے مطابق ہیں۔ تقوا "وقی" سے نکلا ہے جس کا معنی محفوظ رہنا ہے۔ گناہ سے دوری

۱۔ المبدا و المعاد، ص ۶۱۸

۲۔ الحکمۃ المتعالیہ (ج ۸) ص ۲۵۵

۳۔ سورہ حجرات، آیت ۱۳

اختیار کرنے کو تقوا کہتے ہیں، اس وجہ سے تقوا اختیار کرنے والا اخروی شقاوت سے محفوظ ہوتا ہے[۱]۔ اس لیے گناہ سے نفس کے محفوظ رہنے کے ملکہ کو تقوا کہا گیا ہے[۲]۔ تقوا انسانی کرامت کا معیار ہے لہٰذا جس کا تقوا جتنا زیادہ ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ الٰہی کرامت سے بہرہ مند ہوگا۔

ملا صدرا معتقد ہیں کہ تمام ملکوتی صفات کا سرچشمہ نورِ علم اور معرفت ہے اور جہل و نادانی تمام شیطانی صفات کا سرچشمہ ہے۔ جس دل میں معرفت کا نور روشن ہوگا وہ عقل کو دل سے تمام کدورتوں کو ختم کرنے پر مجبور کرے گا اور اس کو تقویٰ کے راستے اور ریاضت کے ذریعہ اخلاقی آلودگیوں اور خباثت سے پاک و صاف کرے گا، اس وقت ملکوتی خزانوں اور غیب الٰہی سے نیکیوں کی روشنی اس پر پڑنے لگتی ہے[۳]۔ وہ رحمت و بخششِ الٰہی تک پہنچنے کا راستہ امور کے حقائق سے علم و آگاہی رکھنے کو جانتے ہیں البتہ اس شرط کے ساتھ کہ دنیا سے دل لگی تقوا کے ذریعہ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ ان کی نگاہ میں تقوا ہی کے ذریعہ نجات حاصل ہوتی ہے اور علم کے ذریعہ خداوند عالم کی قربت دستیاب ہوتی ہے[۴]۔

ب) **ایمان**: ایمان ایسی چیز ہے جو مومن کے لیے ذمہ داریاں لاتی ہے □ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کا خطاب اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ایمان انسانی فضائل کی ایک اہم ترین فضیلت ہے اور انسانی کرامت کا ایک اہم سبب بھی شمار ہوتا ہے۔

ملا صدرا کی نظر میں ایمان کی حقیقت ایک فطری امر ہے جو اکتسابی درجات کا حامل ہے[۵] کیونکہ انسان اپنی پیدائش کے وقت ہر طرح کے علم و آگاہی سے خالی ہوتا ہے لیکن خداوند عالم نے انسان کے اندر بلند ہونے کی ظرفیت الہام کر دی ہے لہٰذا آہستہ آہستہ مومن ربانی حقائق اور الٰہی علوم سے آگاہ ہوتا چلا جاتا ہے اس لیے ایمان شدت و ضعف کو بھی قبول کرتا ہے اور کمال و نقص کو بھی قبول کرتا ہے یعنی اکتساب کے ابتدائی مراحل میں ضعف و ناقص ہوتا ہے لہٰذا انسان کا وجود نیک اعمال کی انجامدہی اور پاکیزہ سوچ سے رفتہ

۱۔ جوادی آملی، عبداللہ، ہزار و یک نکتہ (ج ۲) ص ۲۹۰)

۲۔ جوادی آملی، عبداللہ، تفسیر موضوعی قرآن، ص ۴۵۹

۳۔ ملا صدرا، مفاتیح الغیب، ص ۱۸۰

۴۔ ملا صدرا، تفسیر قرآن کریم (ج ۷) ص ۳۷۵

۵۔ ملا صدرا، اسرار الآیات (ج ۱) ص ۸۸

رفتہ مستحکم ہو جاتا ہے اور درجات کے کمالی مراتب کی طرف گامزن ہو جاتا ہے اور وہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کا علم "عین" ہو جاتا ہے اور ایمان "عیان" اور معرفت و شناخت "مشاہدہ" میں بدل جاتی ہے۔ یہیں پر کہا جاتا ہے کہ معرفت و شناخت بیج ہے اور مشاہدہ اس کا دانہ ہے[۱]۔

ملا صدرا حقیقی ایمان کو تمام سعادت، فضیلت اور بہت سی نیکیوں کا سرچشمہ جانتے ہیں جس کے توسط سے انسان خدا کے تقرب اور کرامت کو دستیاب کرتا ہے۔ وہ اسرار الآیات میں لکھتے ہیں:

> "سعادت اور حقیقی نیک بختی اور خدا سے قربت کی بنیاد حکمتِ الٰہی سے ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ خداوند متعال، فرشتوں اور آسمانی کتابوں، رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان رکھا جائے"[۲]۔

اسی طرح ملا صدرا ایمان کو ایسا نور جانتے ہیں کہ نفس جس کی روشنی میں طاقت و نقص سے نکل کر فعلیت اور کمال کی منزل کو پالیتا ہے اور عالمِ اجسام و تاریکی سے نجات پا کر عالمِ ارواح و انوار تک پہنچ جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے دیدار اور اس سے ملاقات کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

ج) **عمل صالح**: نجات پانے اور سعادت پانے کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اعتقادی لحاظ سے موحد ہو اور اپنی جان کو خدا کے حوالے کرے یعنی خدا کے آگے سر تسلیم خم کرے، سراپا اس کا مطیع ہو جائے اور عمل صالح بھی انجام دیتا رہے لہٰذا صرف دل سے موحد ہونا ضروری نہیں ہے لیکن اگر کوئی ایسی کرامت کو پانا چاہتا ہے تو اس کے لیے صرف عمل صالح کا ہونا کافی نہیں ہے کیونکہ عمل صالح انسان کو کرامت کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔

ملا صدرا کی نگاہ میں تمام عبادت و ریاضت حکمت کی آمادگی کے لیے ہیں اور معرفت کا مقدمہ ہیں۔ اور اندرونی حالت اور باطن کو پاک کرنے اور دل کو زنگ و آلودگیوں کی جمی ہوئی گردوں سے جلا بخشنے کے لیے ہیں تاکہ دل تابناک و منور ہو جائے اور وجہ اللہ کا سامنا کرنے کے لائق ہو سکے[۳]۔ جب انسان تمام

۱۔ ملا صدرا، شرح اصول کافی (ج ۳) ص ۱۴۳

۲۔ الشواہد الربوبیہ، ص ۱۱۷

۳۔ ملا صدرا، تفسیر قرآن کریم (ج ۴) ص ۴۲۳

تعلقات اور اس کا دل تمام کدورت و آلودگیوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں وہ اللہ کا خالص بندہ ہو جاتا ہے[۱]۔

ملا صدرا انسان کے عبادی اعمال کی ضرورت کی دلیل کے بارے میں کہتے ہیں:

> " انسان کا عبادی عمل اور قلبی و بدنی عبادت کا ضرورت مند ہونا انسان کے نفس کی پاکیزگی کے لیے ہے تاکہ شرعی احکامات کی انجامدہی بدن کو سرگرم نہ کرے اور اس کی خواہشات و شہوت کے ساتھ اس کا شوق اپنی تمام ضرورت کے نتیجے میں بدن سے منفعلانہ صورت ظاہر نہ کرے اور اس کی ہوا و ہوس ظاہر نہ ہو جائے اور نہ ہی فرمانبرداری و تسلیم کے بجائے بدنی آرزوئیں اثر انداز ہو جائیں کیونکہ نفس کی مخصوص لذتیں سبب بنتی ہیں کہ انسان اللہ کا تقرب حاصل کرنے سے محروم ہو جاتا ہے اور خوبصورت امور اور انوار قدسی کے مشاہدہ سے محروم ہو جاتا ہے"[۲]۔

ملا صدرا کے اعتقاد کے مطابق اخلاص تمام عمل کی شرط ہے اور اس کے بغیر عمل و عبادت بغیر روح کے جسم کی مانند بے حاصل ہوگا۔ وہ جسمانی اعمال کی فضیلت و اہمیت کو دلی نیتوں اور یقینی اعتقادات کے مرہون منت جانتے ہیں[۳]۔

د) **جہاد و شہادت**: اسلام میں جہاد بہت عظیم فضیلت کا حامل ہے۔ خدا کے نزدیک مجاہدین کی بہت عزت و احترام ہے جیسا کہ قرآن کا ارشاد ہوتا ہے:

> فَضَّلَ اللَّـهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۔
>
> ترجمہ: اللہ نے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو درجہ کے اعتبار سے بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے۔[۴]

۱۔ ایضا، ص ۴۹

۲۔ ایضا، ۱۹۸۱، ج۱: ۳

۳۔ عبداللہی، ۱۳۹۰: ۳۳۸

۴۔ سورہ نساء، آیت ۹۵

مجاہد جب شہادت کے مقام کو پاتا ہے تو وہ عند اللہی مقام کو پالیتا ہے جیسا کہ خداوند متعال فرماتا ہے؛ ''شہدا ایسی زندہ مخلوق ہیں جو خدا کے پاس سے روزی پاتے ہیں''۔

اسی کرامت کے وسیلہ سے مجاہدین بھی خدا اور لوگوں کے نزدیک مسئولیت اور لوگوں پر حقوق رکھتے ہیں۔ ہم نے جتنی چیزیں یہاں پر شمار کی ہیں یہ سب اکتسابی کرامت کے اسباب ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی مسئولیت اور دوسری طرف اس کے لیے ایک حقوق کو ثابت کرتے ہیں۔

نتیجہ

اسلام میں انسان غیب و شہود کا جامع ترین اور واجب الوجود کا کامل ترین مظہر ہے جو لوح محفوظ ہونے کی لیاقت رکھتا ہے اور وہ خداوند عالم کے تمام صفات کا جلوہ بن سکتا ہے۔

ملا صدرا فقرِ وجودی کی بنیاد اور عاقل و معقول کے اتحاد کو مد نظر رکھتے ہوئے نشاندہی کرتے ہیں کہ انسان کی کرامت و عظمت اتصال و وابستگی میں ہے۔ ہر موجود جتنا اپنے مرکزِ وجود متصل ہوگا اتنا مکمل ہوگا کیونکہ صرف اس کا وجود مستقل ہے اور تمام موجودات مبدإ ہستی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ انسان ذاتی کرامت کا حامل ہے لیکن عقل قدسی اور مبدإ ہستی سے رابطے کی صورت میں اکتسابی کرامت کو پاتا ہے اور یہ خردمندی و دانائی کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی۔

ملا صدرا کی نگاہ میں انسان خداوند عالم کا جانشین ہے اور اس کا وجود بے انتہا ظرفیت رکھتا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے اپنی آنے والی پستی اور بلندی کی راہ کو انتخاب کرتا ہے۔ وہ ایسی خاص جامعیت کا حامل ہے کہ خداوند عالم کی تکریم کا حامل ہو جاتا ہے اور اس آیت ''ولقد کرمنا بنی آدم۔۔'' کو اس نے اپنا افتخار قرار دیا ہے۔

حکمتِ عالیہ میں انسان ذاتی اور اکتسابی کرامت کا حامل ہوتا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی اپنی ذمہ داری اور اپنے حقوق ہیں۔ انسان کی کرامت ایک وجودی حقیقت ہے جو انسان کی فطرت میں داخل ہے اور یہ ایک درجہ بند اور تشکیکی امر ہے۔ ہر موجود اپنے وجودی مرتبہ کے لحاظ سے کریم ہے جس کا سلسلہ خدائے کریم تک پہنچتا ہے۔ ذاتی اور اکتسابی کرامت انسان کی کرامت کے دو مرتبے ہیں جو ہر فرد کے لیے متصور ہیں لیکن پہلا الٰہی فطرت کے فیض سے اور دوسرا اس کے تفضل سے ہیں جو انسان کی تلاش سے حاصل ہو جاتے ہیں۔

منابع و مآخذ

قرآن کریم

- ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، انتشارات الزہرا، تہران، ۱۳۷۰
- ابن فارس، ابی الحسین احمد، معجم المقاییس اللغۃ، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۸
- ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۲
- افلاطون، دورہ کامل آثار افلاطون، ترجمہ محمد حسن لطفی، انتشارات خوارزمی، تہران، ۱۳۸۰
- بایرتر، کورت، ایدہ کرامت انسان، ترجمہ شہین اعوانی، ۱۳۸۴
- جوادی آملی، عبداللہ، تفسیر انسان بہ انسان، تحقیق محمد حسین الہی زادہ، انتشارات اسراء، قم، ۱۳۸۶
- جوادی آملی، عبداللہ، رحیق مختوم (شرح حکمت متعالیہ)، مرکز نشر اسراء، قم، ۱۳۷۵
- جوادی آملی، عبداللہ، تفسیر موضوعی قرآن، انتشارات اسراء، قم، ۱۳۸۳
- جوادی آملی، عبداللہ، کرامت در قرآن، مرکز نشر فرہنگی رجاء، ، قم، ۱۳۶۹
- جوادی آملی، عبداللہ، ادب فنای مقربان، : انتشارات اسراء، قم، ۱۳۸۵
- جوادی آملی، عبداللہ، کرامت در قرآن، مرکز نشر فرہنگی رجاء، تہران، ۱۳۷۶
- جوادی آملی، عبداللہ، ہزار و یک کلمہ، بوستان کتاب، قم، ۱۳۸۱
- حسینی زبیدی، السید محمد، تاج العروس من جواہر القاموس، انتشارات دار احیاء التراث، بیروت، ۱۴۰۷
- خمینی، روح اللہ، صحیفہ نور، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ، تہران، ۱۳۸۷
- دینانی، غلام حسین، جایگاہ ملا صدرا در علوم عقلی، مجموعہ مقالات دومین ہمایش جہانی ملا صدرا، بنیاد حکمت اسلامی صدرا، تہران، ۱۳۸۳
- دینانی، غلام حسین، حکمت نظری و عملی، مجموعہ مقالات نخستین ہمایش ملا صدرا، بنیاد حکمت اسلامی صدرا، تہران، ۱۳۸۷
- راغب اصفہانی، ابوالقاسم الحسین، المفردات فی غریب القرآن، دفتر نشر کتاب، تہران ۱۴۰۴
- رجبی، محمود، انسان شناسی، انتشارات موسسہ آموزشی و پژوہشی امام خمینی، ۱۳۷۹

- سبز واری، حاج ملا ہادی، منظومہ حکمت، ، دار العلم، قم
- طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۷
- طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، ترجمہ سید محمد باقر موسوی ہمدانی، انتشارات حوزہ، قم، ۱۳۷۴
- طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، الوفاء، بیروت، ۱۴۰۳
- عبد اللہی، مہدی، کمال نہایی انسان و راہ تحصیل آن از دیدگاہ فیلسوفان اسلامی، موسسہ آموزشی و پژوہشی امام خمینیؒ، قم، ۱۳۹۰
- فراست، اسماعیل، درس ہای اساسی فلاسفہ بزرگ، ترجمہ منوچہر شادان، انتشارات بہجت، تہران، ۱۳۸۵
- محمد پور دہکردی، سیما، کرامت انسان از دیدگاہ ملا صدرا و کانت، موسسہ بوستان کتاب، قم، ۱۳۹۱
- محمد رضایی، محمد، کلام جدید با رویکرد تطبیقی، دفتر نشر معارف، ۱۳۹۰
- مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۸۸
- مصطفوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، بنگاہ ترجمہ و نشر کتاب، تہران
- معین، محمد، فرہنگ فارسی معین، انتشارات امیر کبیر، تہران، ۱۳۷۵
- ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، المبداء والمعاد، تصحیح سید جلال الدین آشتیانی، دفتر تبلیغات اسلامی، قم، ۱۳۸۰
- ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، الحکمۃ المتعالیہ فی الاسفار الاربعۃ، قم: انتشارات مصطفوی، قم، ۱۳۶۸
- ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، مجموعہ رسائل فلسفی صدر المتالہین، تصحیح حامد ناجی، حکمت صدرا، تہران، ۱۳۷۵
- ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، اسرار الایات، تصحیح محمد موسوی، انتشارات حکمت، تہران، ۱۳۸۵
- ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، تفسیر القرآن الکریم، تحقیق محمد جعفر شمس الدین، انتشارات دار التعارف بیروت، ۱۴۱۹
- ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، رسالہ سہ اصل، تصحیح سید حسین نصر، بنیاد حکمت اسلامی صدرا، تہران، ۱۳۸۱

❖ ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، الشواہد الربوبیہ، تصحیح سید جلال الدین آشتیانی، انتشارات بوستان کتاب، قم، ۱۳۸۲
❖ ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، رسالہ فی اتحاد العاقل والمعقول، تصحیح بیوک علیزادہ، حکمت اسلامی صدرا، تہران، ۱۳۸۷
❖ ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، مفاتیح الغیب، ترجمہ و تعلیق محمد خواجوی، انتشارات مولا، تہران، ۱۳۶۳
❖ ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، الاسفار الاربعۃ، تصحیح و تحقیق، علی اکبر رشاد، با اشراف سید محمد خامنہ ای، بنیاد حکمت اسلامی صدرا، تہران، ۱۳۸۲
❖ ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، اسرار الآیات، مقدمہ و تصحیح محمد خواجوی، انتشارات انجمن حکمت و فلسفہ ایران، تہران، ۱۳۴۰
❖ ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، التفسیر القرآن الکریم، تحقیق محمد خواجوی، انتشارات بیدار، قم، ۱۳۶۶
❖ ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، الشواہد الربوبیہ، تصحیح و تحقیق سید جلال الدین آشتیانی، المرکز الجامعی للنشر، ۱۳۶۰
❖ ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، رسالہ سہ اصل، تصحیح دکتر سید حسین نصر، دانشگاہ معقول و منقول، تہران، ۱۳۴۰
❖ ملا صدرا، محمد بن ابراہیم، شرح اصول کافی، مصحح محمد خواجوی، موسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، تہران، ۱۳۸۳
❖ نصری، عبداللہ، سیمای انسان کامل از دیدگاہ مکاتب، انتشارات دانشگاہ علامہ طباطبائی، تہران، ۱۳۷۶
❖ یگر، ورنر، پایدیا، ترجمہ محمد حسین لطفی، انتشارات خوارزمی، تہران، ۱۳۷۶